رشوت کے اموال کا مصرف اور اس کے فقہی اثرات کا تحقیقی مطالعہ

Research study of the use of bribe money and its jurisprudential effects

ڈاکٹر احسان اللہ چشتی*

سعیدہ شہناز**

Abstract

In this article, an important social and legal issue bribery has been discussed in the light of Quran and traditions of prophet (peace be upon him) along with jurists opinions, writer has focused on two fundamental aspects of bribery, one of them is channel of spending of wealth gained by bribery, and the second one is legal impact of bribery in Islamic law.

Muslim jurists have agreed upon the point, that bribery is not valid source of transferring of ownership, but they have different opinion regarding channel of spending, whether it would be considered the property of Bait u mal or would be returned to the actual owner, likewise what would be the status of conviction or absolving of accused, when a judge has decided case based on partiality and prejudice, due to bribery

Keywords: *bribery and its jurisprudential effects, aspects of bribery.*

مقدمہ:

رشوت اور اس قسم کی دیگر برائیاں شریعت اسلامیہ نے حرام قرار دی ہے کیونکہ اس کے قبیح اثرات سے معاشرہ براہ راست متاثر ہوتا ہے۔ اور یہ فساد کا باعث بنتا ہے۔ اسی طرح یہ دوسروں کا مال باطل طریقے سے ہڑپ کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور اگر اس کا تدارک نہ کیا جائے تو نتیجۃً اس سے دوسروں کی حق تلفی کے علاوہ جرائم کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہوتا ہے۔ کیونکہ رشوت دینے کے لئے ہر شخص غلط اور ناجائز ذرائع سے مال کے حصول کی کوشش کرے گا جبکہ غریب اور مفلوک الحال لوگوں کے حقوق غیر محفوظ ہو جائیں گے۔ جس کی وجہ سے ان میں مزاحمت اور بغاوت کے جذبات کا پیدا ہونا اک یقینی امر ہوگا اور نتیجہ فساد کی شکل میں رونما ہوگا۔

اس مقالہ میں رشوت کے بارے میں دو اہم اور بنیادی نکات پر بحث کی گئی ہے۔ ان میں سے ایک اموال رشوت کا مصرف ہے کہ اگر کوئی رشوت لے اور حکام اس سے وہ مال ضبط کرے تو اس کو کہاں خرچ کیا جائے گا۔ دوسرا نکتہ رشوت کے اثرات کا بعض فقہی احکام پر مترتب ہونا ہے۔ مثلاً اگر قاضی رشوت لے کر فیصلہ صادر کرے تو اس فیصلے کی شرعی حیثیت کیا ہوگی۔ چنانچہ اس مقالے کو بنیادی طور پر ان ہی دو مباحث میں تقسیم کیا ہے۔

* لیکچرر، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد۔

** ایسوسی ایٹ پروفیسر، گورنمنٹ فرنٹیئر کالج، برائے خواتین، پشاور۔

مبحث اول: اموال رشوت کے مصارف:

جب کوئی شخص رشوت کے دینے اور دوسرا اس کے قبول کرنے کا ارتکاب کر لے۔ تو اس مال کا مصرف کیا ہو گا آیا اسے بیت المال میں جمع کیا جائے گا یا رشوت دینے والے کو واپس لوٹایا جائے ؟ یا اسے کسی اور مصرف میں خرچ کیا جائے ؟ ان سوالات کے حوالے سے فقہاء کرام مختلف الرائے ہیں اور ان کا تعلق چونکہ دو مختلف اشخاص کے ساتھ ہیں اس لئے دونوں کا ذکر الگ الگ ہو گا۔

(الف)۔ رشوت دینے والے کے پاس سے مال کے نکل جانے کے بعد اس مال کی حیثیت۔

(ب)۔ رشوت لینے والے کے پاس مال آجانے کے بعد اس مال کی حیثیت ۔

الف: رشوت دینے والے کی ملکیت پر رشوت کا اثر:

جب رشوت دینے والا رشوت دے دے اور رشوت لینے والا اس کو قبول کرے تو کیا رشوت کے اس عمل حرام کے باعث مال کی ملکیت کا انتقال رشوت لینے والے کی طرف ہو جائے گا یا نہیں؟ کیونکہ اسباب تملیک میں رشوت نہیں اور یہ ایک غیر شرعی طور پر تملیک ہے، جو کہ ناجائز ہے۔ اس حوالے سے فقہاء کی مختلف آراء ہے۔

مذہب اول حنابلہ کا مؤقف:

حنابلہ کا مسلک یہ ہے کہ مال رشوت دینے والے کی ملکیت سے نہیں نکلا بلکہ اس کی ملکیت اس پر باقی ہے اور رشوت لینے والا اس مال کا مالک شرعی طور پر نہیں بنا۔ لہٰذا مال رشوت دینے والے کو واپس لوٹایا جائے گا۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ رشوت کے نام پر یہ مال ناحق لیا گیا ہے لہٰذا یہ عقد فاسد کی طرح ہو گا۔ اور عقد فاسد ملکیت کے انتقال کا سبب نہیں بنتا۔ اسی طرح رشوت بھی انتقال ملکیت کا سبب نہیں بن سکتا اور مالک اول کی ملکیت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔[1]

ان کی ایک اور توجیہ اس حوالے سے یہ ہے کہ اس کی حیثیت سودی مال کی ہے کیونکہ یہ غیر شرعی سبب سے ملکیت ہے جبکہ لوٹانے سے یہ فائدہ ہو گا کہ مالک پر جو ظلم ہوا ہے اس میں تخفیف آجائے گی جو عین انصاف کے تقاضوں کے مطابق ہے لہٰذا اس کا واپس لوٹانا بہتر ہے۔[2]

مذہب ثانی احناف کی رائے:

احناف کے ہاں اس میں تفصیل ہے، اگر رشوت دینے والا معروف اور جانا پہچانا شخص ہے تو اس کو لوٹانا واجب ہے اور اگر جانا پہچانا نہیں یا دور کی مسافت پر ہے جہاں تک رسائی مشکل ہے تو پھر رشوت کے اس مال کا حکم وہی ہو گا جو لقطہ (گری پڑی چیز) کا ہے۔[3]

مذہب ثالث مالکیہ کی رائے:۔

یہ مالکیہ کا مسلک اور احناف اور حنابلہ سے منقول ایک قول ہے اس کے مطابق رشوت کا مال رشوت دینے والے کی ملکیت سے نکل جائے گا اور والی اسے بیت المال میں جمع کرائے گا۔ یعنی رشوت کے مال کا مالک بیت المال ہو گا۔[4]

ان کی دلیل ابن لتیبہ کا وہ واقعہ ہے جو امام بخاری نے اپنے صحیح میں روایت کیا ہے کہ جب ابن لتیبہ کو عامل مقرر کیا اور وہ صدقات کے اموال لے کر آیا تو اس نے کہا کہ یہ مجھے تحفے میں دیا گیا ہے اور یہ صدقات کے اموال ہے اس پر حضور اکرم ﷺ نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ اور وہ مال بیت المال میں جمع کرایا۔[5]

اسی طرح ان کا استدلال سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے منقول اثر بھی ہے کہ جب آپ کی اہلیہ سیدہ کلثومؓ کو تحفہ ملا تو آپ نے اسے بھی بیت المال میں جمع کرایا۔[6]

اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے وہ تحائف جو حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کو بطور عامل ملے تھے وہ بھی بیت المال میں جمع کرائے۔[7]

انہی مذکورہ بالا واقعات کی روشنی میں مالکیہ اور ایک قول کے مطابق احناف اور حنابلہ اسے ملکیت بیت المال قرار دیتے ہیں۔

اس حوالے سے ایک بات تو متفق علیہ ہے اور قیاس کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ اس پر اتفاق ہو کہ رشوت تملیک کے اسباب میں شامل نہیں اس لئے اس کے ذریعے ملکیت کا انتقال نہیں ہو گا کیونکہ ملکیت محترم اور تقدس کا حامل ہے جو گناہ کے ذریعے حاصل نہیں ہو سکتی۔

جہاں تک اس کے مالک کا تعلق ہے کہ رشوت کا مال جب مرتشی کے قبضے میں آیا تو کیا اس پر اب بھی راشی کی ملکیت برقرار ہے یا یہ معلق ہے تو اس بارے میں اصح رائے یہی ہے کہ راشی صاحب حق ہے اور حتی الامکان کوشش یہی ہونی چاہیئے کہ اس کا مال اسے واپس دیا جائے کیونکہ یہ اموال کے تحفظ کا ایک ذریعہ ہے۔ البتہ اگر راشی کو اس مال کی واپسی کسی وجہ سے ممکن نہ ہو تو اس کے بعد بیت المال اس کا بہترین مصرف ہے تاکہ اسے عوامی فلاح و بہبود کے لئے استعمال میں لایا جائے۔

(ب) رشوت لینے والے کی ملکیت کی حیثیت:

دوسرا پہلو اس مسئلے کا یہ ہے کہ جو شخص رشوت لیتا ہے اس کی ملکیت کی کیا حیثیت ہو گی۔ تو اس بات کی کشاف القناع میں تصریح ہے کہ:

رشوت لینے والے کے لئے رشوت مطلق حرام ہے۔ تو جب رشوت کا مال اس کے پاس آئے گا تو اس کی ملکیت قائم نہیں ہو گی۔ اور اس میں اس کا تصرف غیر کی ملکیت میں تصرف کرنے کی طرح ہو گا جو کہ باطل ہے اس لئے اس کے تصرف کا اعتبار نہیں ہو گا کیونکہ شرعی ملک اس کو حاصل نہیں۔[8]

اس بات پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کیونکہ رشوت اسباب تملیک میں سے نہیں ہے اور اس کی حرمت قطعی ہے لہذا مرتشی کو ملکیت اس کی بنیاد پر حاصل نہیں ہو سکتی اور اگر وہ اس مال میں تصرف کرے گا تو یہ باطل ہو گا۔

مبحث ثانی: رشوت کے فقہی اثرات:

اس مبحث میں رشوت کے حوالے سے جو متعلقہ امور ہیں ان کی وضاحت ہیں۔ مثلاً قاضی اگر رشوت لے لے تو اس کا کیا حکم ہے عمال کے رشوت کے بارے میں فقہاء کی تصریحات کیا ہیں وغیرہ وغیرہ۔

ا۔ قاضی:

قاضی کے لئے رشوت لینا حرام ہے اس پر اجماع نقل کیا گیا ہے۔

"و الرشوۃ الی القاضی حرام بالاجماع "[9]

"اور قاضی کا رشوت لینا بالاجماع حرام ہے"

امام ابو بکر الجصاص رقمطراز ہے:

"ولا خلاف فی تحریم الرشا علی الاحکام لانه من السحت الذی حرمه الله فی کتابه و اتفقت الامة علیه محرمة علی الراشی و المرتشی"[10]

"اور رشوت کے حرام ہونے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ یہ وہ سحت ہے جو کہ اللہ جل شانہ اپنی کتاب میں حرام قرار دی ہے اور امت کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ حرام ہے رشوت لینے والے اور دینے والے دونوں کے لئے۔"

اس سے متعلق ایک مسئلہ ایسا ہے جس کا تعلق رشوت کے ساتھ بہت قریبی نوعیت کا ہے۔ اور وہ تحفہ ہے۔ خاص کر جب ایک شخص کسی منصب پر فائز ہو جائے۔ اس کے بعد اگر لوگ اس کے ساتھ تحائف کے تبادلے کا تعلق رکھے تو اس سے اس منصب کے غلط استعمال کے خدشات بڑھ جاتے ہیں جبکہ قاضی کا منصب تو اس لحاظ سے نہایت ہی حساسیت کا حامل ہے کیونکہ اس کا تعلق براہ راست معاشرتی حقوق اور سزاؤں کے ساتھ ہے اس لئے فقہاء نے اس کے بارے میں تفصیلی وضاحت کی ہے۔

قاضی کے لئے تحائف کی بحث بنیادی طور پر دو حصوں میں منقسم ہے۔ ایک کا تعلق ان حضرات کے ساتھ ہیں جن کا منصب قضاء پر فائز ہونے سے پہلے قاضی کے ساتھ تحائف کا تعلق نہیں تھا۔ دوسرے حضرات وہ ہیں جو قاضی کے ساتھ پہلے سے ہی تحائف کے تبادلے کا سلسلہ رکھتے چلے آرہے ہیں۔ اسی طرح وہ حضرات جو منصب قضاء پر فائز ہونے کے بعد تحائف کی مقدار بڑھادے ان کا حکم کیا ہو گا۔

بالکلیہ حرمت:

بعض فقہاء نے قاضی کے لئے بالکل تحفہ لینا حرام قرار دیا ہے کیونکہ یہ بگاڑ کی طرف لے جانے والا ہے جس طرح کہ تصریح ہے۔

"ویحرم قبوله هدیة استعارته من غیره کالهدیة لان المنافع کا الاعیان و مثله مالوختن ولده ونحوه فاهدي له ولو قلنا انها للولد لان ذلك وسیلة الي الرشوه"[11]

"اور حرام ہے قاضی کا تحفہ قبول کرنا چاہے اس کو کسی اور نام پر پیش کرے کیونکہ منافع اور عین شئ ایک ہی طرح ہے، مثلاً اگر قاضی اپنے بچے کا ختنہ کرے یا اس طرح کوئی کام کرے اور لوگ اس کو تحائف دیں اگرچہ ہم یہ کہیں کہ یہ تو بچے کے لئے ہیں لیکن یہ رشوۃ کا ایک وسیلہ اور ذریعہ ہے۔"

اسی طرح ایک اور عبارت معین الحکام میں ہے کہ:

قاضی کو بالکلیہ تحفہ تحائف سے گریز کرنا چاہئے کیونکہ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تحفہ دینے والے کے لئے انسان کے دل میں نرمی پیدا ہو جاتی ہے جس کے نتائج خطرناک ہوتے ہیں اور بگاڑ سے بچنا مشکل ہوتا ہے۔[12]

جہاں تک مالکی فقہاء کے مؤقف کا تعلق ہے تو وہ قاضی کے لئے ہر قسم کے تحائف کو جائز نہیں سمجھتے اور یہ بغیر کسی استثناء کے ہے اور صاحب حاشیہ الدسوقی نے لکھا ہے کہ

قاضی کے لئے جملہ تحائف حرام ہے کیونکہ یہ ایک ایسا سودا ہے جس میں حلال و حرام جمع ہو جاتے ہیں۔[13]

مذکورہ بالا بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ مالکیہ اور ان کے ساتھ فقہاء کی ایک جماعت کا مؤقف یہ ہے کہ قاضی کے لئے تحائف لینا مطلقا ممنوع اور حرام ہے۔

جبکہ شوافع کے ہاں جو بہتر اور افضل حکم ہے وہ تحائف بالکلیہ نہ لینے کا ہے اس سے متعلق المہذب میں تصریح ہے کہ

" والأولى أن لا يقبل"[14]

شوافع اگرچہ اس کی حرمت مطلقہ کے قائل نہیں لیکن ان کے نزدیک یہ زیادہ اولیٰ اور افضل ہے کہ قاضی تحائف قبول کرنے سے گریز کریں۔

استثنائی صورتیں:

فقہاء کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ قاضی کے لئے تحائف کا لینا مطلقا حرام نہیں بلکہ بعض صورتوں میں جائز ہے چنانچہ المبسوط میں اس بابت تصریح ہے کہ :

جن لوگوں کے بارے میں استثناء ہے کہ ان سے قبول کر سکتا ہے ان کے علاوہ دیگر افراد سے تحفہ قبول کرنا بالکل جائز نہیں۔ اس لئے کہ وہاں تہمت کا اندیشہ ہے اور چونکہ جب تحائف دروازے سے آتے ہیں تو امانت روشن دان سے نکل کر اڑ جاتی ہے۔[15]

ان استثنائی صورتوں کو مزید وضاحت کے صاحب المبسوط نے لکھا ہے کہ:

جہاں تک قاضی کے لئے تحفے کا تعلق ہے تو اس حوالے سے فقہاء کے ہاں قاضی صرف اس شخص کا تحفہ قبول کر سکتا ہے جس کا کوئی مقدمہ قاضی کے ہاں زیر سماعت نہ ہو، اور منصب قضاء پر فائز ہونے سے پہلے بھی قرابت داری کی وجہ سے تحائف کا لین دین اس کے ساتھ چلا آ رہا ہو۔ اسی طرح ذی رحم محرم ہے۔ جس کے ساتھ قربت داری کی وجہ سے قاضی اس کے مقدمہ کی سماعت کا مجاز نہیں اس لئے اس سے تحفہ لینا درست ہے۔ اگر دوستانہ تعلق ہے تو اس صورت میں درست ہے بشرطیکہ جتنا قاضی بننے سے پہلے دیتا رہا تھا اس سے زائد نہ تحائف نہ دے۔[16]

قاضی کو اگر تحفہ والی سلطنت کی طرف سے ملے، یا حاکم و گورنر کی طرف سے کوئی چیز ہدیہ میں مل جائے تو اس کا کیا حکم ہو گا۔ اس سے متعلق علامہ ابن عابدین نے تصریح کی ہے کہ

فقہاء نے اس صورت میں اجازت دی ہے کہ وہ لے سکتا ہے بشرطیکہ اس والی کا کوئی مقدمہ قاضی کے عدالت میں نہ چل رہا ہو یا اگر چل رہا تھا تو وہ پہلے ہی نمٹا چکا ہے۔[17]

قاضی کے لیے والی سے اس صورت میں، اور ذی رحم محرم، یا ایسے شخص جس کے ساتھ پیار سے تحائف کا تبادلہ ہوتا رہا ہو سے تحفہ لینے کی توجیہ فقہاء نے بیان کی ہے اس کی صراحت علامہ ابن قدامہؒ نے کی ہے کہ:

ان صورتوں میں چونکہ تہمت کا ڈر نہیں کیونکہ یہ تنازعہ کے دائر ہونے اور پھر فیصلے میں طبعی میلان کی وجہ سے ہوتا ہے اور ان مذکورہ بالا صورتوں میں چونکہ یہ دونوں چیزیں مفقود ہیں اور پھر پہلے سے بھی تبادلہ تحائف کا سلسلہ جاری تھا اس لئے یہ جائز ہیں۔[18]

اس کو مزید وضاحت کے ساتھ المہذب میں بیان کیا گیا ہے اور اس شرط کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے کہ قاضی کے ہاں اس کا کوئی مقدمہ زیر سماعت نہ ہوں۔ کیونکہ اس کی وجہ سے ناانصافی کے امکانات مزید بڑھ جاتے ہیں۔ اور تہمت کا ذریعہ ہے۔[19]

استثنائی صورتوں میں اگرچہ قاضی کو اجازت دی گئی ہے کہ وہ اپنے اقرباء سے، والی سے، یا ان حضرات سے جن کے ساتھ تحائف کا تعلق پہلے سے چلا آرہا ہو کے تحائف قبول کر سکتا ہے لیکن یہ مشروط ہے کہ ان حضرات کا کوئی مقدمہ قاضی کے ہاں زیر سماعت نہ ہو ں۔ کیونکہ اگر اس کا مقدمہ زیر سماعت ہو گا تو یہ اسباب تہمت میں سے ہے۔ اس لئے اس سے بچنا ضروری ہے۔

تحائف کی مقدار بڑھا دینے والوں کا حکم:

اگر کوئی شخص منصب قضاء سے پہلے قاضی کے ساتھ تحائف کا تبادلہ کرتا تھا لیکن منصب قضاء کے بعد اب اس کے مقدار میں اضافہ کر گیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ فقہاء نے اس کے بارے میں جو آراء پیش کی ہیں۔ وہ یہ ہے کہ:

جو زائد حصہ ہے اس کو ناجائز قرار دیا گیا ہے البتہ امام بزدوی کے ہاں زائد کو دیکھا جائے گا کہ اگر وہ اپنی مالی حیثیت کے بڑھ جانے کی وجہ سے زائد دے رہا ہے تو درست ہے اگر اپنی مالی حیثیت سے بڑھ کر دے رہا ہے تو ناجائز ہے۔[20]

اس زائد کے حوالے سے شوافع کے ہاں بھی حرام ہونے کا حکم ہے البتہ اگر مقدار معلوم نہ ہو سکے کہ پہلے کتنا تھا اب کتنا ہو گیا تو اس صورت میں سارے کا سارا تحفہ حرام ہو گا۔[21]

مذکورہ عبارات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سوائے ان تین استثنائی صورتوں کے باقی تمام حالات میں قاضی کے لئے تحائف لینا جائز نہیں۔ کیونکہ یہ رشوت کی پہلی سیڑھی ہے اور لاشعوری طور پر انسان فطری تقاضوں کی وجہ سے ناانصافی کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ ان استثناءات میں بھی احتیاط کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے جب تک منصب قضاء پر فائز ہو تحائف لینے سے گریز کیا جائے۔

قاضی کے فیصلے پر رشوت کے اثرات:

قاضی اگر کسی مقدمہ میں رشوت لے کر فیصلہ کرے۔ اور یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ جائے کہ واقعی قاضی کا یہ فیصلہ مبنی بر رشوت ہے کیونکہ قبل از ثبوت محض ظن اور الزام کی کوئی حیثیت نہیں۔ تو اس فیصلے کی حیثیت قانونی طور پر کیا ہو گی آیا وہ قابل نفاذ ہو گا یا نہیں؟ اس بابت فقہاء کی تین آراء ہیں۔

ا۔ پہلی رائے:

اس بابت ایک رائے یہ ہے کہ وہ فیصلہ نافذ ہو گا۔ جس فیصلے کے لئے قاضی نے رشوت لی ہے۔ یہ امام بزدوی کی رائے ہے۔ چنانچہ فتح القدیر میں تصریح ہے کہ:

امام بزدوی کا قول اس حوالے سے یہ ہے کہ اسکا فیصلہ قابل نفاذ ہو گا بشرطیکہ وہ فیصلہ شرائط کے مطابق درست ہوں۔[22]

اسکی توجیہ یہ ہے کہ:

موجودہ زمانے میں مجبوری ہے ورنہ سارے مقدمات ٹوٹ جائیں گے۔ کیونکہ آج کل عموماً قضاۃ رشوت کا ارتکاب کرتے ہیں اگرچہ نام اس کا رشوت نہیں بلکہ کوئی اور رکھ دیتے ہیں اس لیے اگر سارے فیصلے نافذ العمل نہ مانے گئے تو پھر احکامات ٹوٹ جائیں گے۔[23]

ایک اور توجیہ یہ ہے کہ چونکہ اگر کوئی شخص کسی رشوت خور کو حکم (ثالث) بنانا چاہے تو بنا سکتا ہے لہذا وہ قاضی بھی بن سکتا ہے۔[24]

یہ تو ایک رائے تھی کہ رشوت لینے کے باوجود بھی قاضی کا فیصلہ نافذ العمل ہو گا کیونکہ عموم بلوی ہے اور عموماً قضاۃ رشوت لیتے ہیں۔

۲۔ دوسری رائے:

اس حوالے سے دوسری رائے یہ ہے کہ قاضی جو کسی مقدمہ میں رشوت لیتا ہے اس کا فیصلہ اس مقدمہ میں نافذ العمل نہیں ہو گا۔ اور قاضی کے باقی مقدمات جن میں اس نے رشوت کا ارتکاب نہ کیا ہو اس میں ان کے فیصلے نافذ العمل ہوں گے۔ بدائع الصنائع میں صراحت ہے کہ:

کسی بھی مقدمہ میں جب قاضی رشوت کی بنیاد پر فیصلہ دے چاہے وہ فیصلہ حق کے مطابق کیوں نہ ہوں پھر بھی نافذ نہیں ہو گا اور اگر قاضی کو علم ہو کہ اس کے بیٹے یا معاون نے رشوت لی ہے یا اگر وہ حیلہ کے طور پر کسی اور ایسے عدالت میں جہاں اس کے مسلک کے مطابق فیصلہ ہو جائے مقدمہ بھیجے تو پھر بھی اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہو گا۔[25]

اس رائے کے قائلین کا استدلال یہ ہے کہ:

چونکہ اس پر اجماع ہے کہ جب قاضی رشوت لے کر فیصلہ کرتا ہے تو اس کا فیصلہ قابل نفاذ نہیں ہوتا۔[26]

اس رائے کی ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ چونکہ رشوت کی بنیاد پر فیصلہ قاضی کا اپنے حق میں فیصلہ ہے نہ کہ اللہ جل شانہ کے لیے ہے لہذا یہ فیصلہ ٹھیک نہیں ہے۔[27]

۳۔ تیسری رائے:

یہ رائے جمہور فقہائے کرام کی ہے کہ جب قاضی رشوت لے کر فیصلہ کرے گا تو وہ قاضی بننے کا اہل نہیں رہے گا اور اس کا کسی بھی مقدمے میں فیصلہ قابل نفاذ نہیں رہے گا۔ کیونکہ قاضی کے لئے شرط عادل ہونا ہے جبکہ رشوت کے ارتکاب کی وجہ سے یہ شرط مفقود ہو گئی جس کی وجہ سے وہ اس منصب کا اہل نہیں رہا۔ صاحب فتح القدیر لکھتے ہے کہ:

ایک رشوت خور قاضی کا فیصلہ چاہے وہ اس مقدمہ میں رشوت لینے کا رارتکاب کرے یا نہ کرے نافذ نہیں ہو گا یہ اکثر فقہاء کی رائے ہیں مالکیہ حنابلہ احناف وغیرھم۔[28]

ان کی توجیہ یہ ہے کہ قاضی کے لیے عدالت شرط ہے اور رشوت لینے کے بعد اس شرط کا اتمام ختم ہوتا ہے جس سے اس کا کیا ہوا فیصلہ بھی باطل متصور ہو گا۔ چاہے وہ حق پر مبنی ہو یا نہ ہو۔[29]

مذکورہ بالا آراء میں سب سے بہتر اور مبنی بر احتیاط رائے جمہور فقہاء کی رائے ہے کیونکہ قاضی پر اگر ایک دفعہ ارتکاب رشوت کا جرم ثابت ہو گیا تو اس کے بعد اسے بطور قاضی رکھنا مقاصد قضاء کے منافی ہے کیونکہ قضاء کا مقصد لوگوں کے جانوں، اموال، حقوق، اور معاشرتی مسائل سے تحفظ کی فراہمی ہے۔ جبکہ ایک رشوت خور قاضی کے ذریعے بجائے تحفظ کے لوگوں کی حق تلفی، ظلم و جبر اور ناانصافی کو قانونی تحفظ فراہم کرنے کے مترادف ہے۔ جہاں محافظ بھی رہزن بن جائے گا تو فساد اور انتشار کے راستے خود بخود کھلتے جائیں گے۔

جہاں تک پہلی رائے کا تعلق ہے تو محض یہ کہنا کہ یہ عموم بلویٰ ہے اس بات کی جواز کے لئے کافی نہیں کہ ایک رشوت خور کو قاضی بنانے کی اجازت دی جائے کیونکہ واضح نصوص شرعیہ کی موجودگی میں جبکہ حالت اضطرار نہ ہو کسی گناہ کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

اسی طرح مجیزین کا یہ استدلال بھی کافی کمزور ہے کہ جب رشوت خور حکم بن سکتا ہے تو قاضی بھی بن سکتا ہے یہ قیاس مع الفارق ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حکم فریقین کے باہمی رضامندی سے بنتا ہے اور اس کا ضرر بھی فریقین تک ہی محدود رہتا ہے۔ جبکہ قاضی کی تقرری حکومت کی طرف سے ہوتی ہے اور اس کا ضرر بھی عام ہوتا ہے کیونکہ قاضی ولایت عامہ کا حامل ہوتا ہے۔

رشوت اور قاضی کی معزولی:

اگر کوئی شخص منصب قضاء پر فائز ہو کر رشوت جیسے گھناؤنے جرم کا ارتکاب کرتا ہے حالانکہ وہ قاضی بنتے وقت عادل تھا تو اس کا منصب قضاء پر مزید رہنے یا معزول ہونے کے بارے میں فقہاء کی دو مختلف آراء پائیں جاتیں ہیں۔

ا۔ پہلی رائے:

ایک رائے یہ ہے کہ قاضی ارتکاب رشوت کی وجہ سے خود بخود معزول نہیں ہوتا بلکہ حاکم اس کی معزولی کا حکم صادر کرے گا جیسا کہ حاشیہ ابن عابدین میں تصریح ہے کہ:

احناف اور مالکیہ کی رائے یہ ہے کہ تقرری کے وقت اگر معزولی کی شرط بناء بر ارتکاب حرام کی نہ تھی تو محض رشوت لینے کی وجہ سے وہ معزول نہیں ہو گا بلکہ والی کی ذمہ داری ہے کہ اس کو معزول کر دیں کیونکہ اب عدالت کے ختم ہونے اور فسق کے ورود کی وجہ سے وہ اس منصب کا اہل نہیں رہا۔[30]

۲۔ دوسری رائے:

فقہاء کی ایک جماعت کے ہاں رشوت کی وجہ سے قاضی خود بخود معزول ہو جائے گا اس کی صراحت فتح القدیر میں ہے کہ:

حنابلہ کا مسلک ہے اور شافعیہ کے ہاں پسندیدہ ہے اگر قضاء کے منصب پر فائز ہونے کے وقت عادل تھا۔ لیکن بعد میں فسق میں مبتلا ہو گیا۔ تو خود بخود معزولی عمل میں آئے گی اور سلطان کے حکم کی ضرورت نہیں۔[31]

امام ابو حنیفہؒ کا قول بھی اسی طرح کا منقول ہے کہ:

"اذا ارتشي الحاكم انعزل في الوقت وان لم يعزل، و بطل كل حكم حكم به بعد ذلك"[32]

"جب قاضی رشوت لیتا ہے تو وہ اسی وقت معزول ہو جاتا ہے اگرچہ اس کو معزول نہ کیا جائے اور اس کے بعد اس کے تمام کئے ہوئے فیصلے باطل ہونگے۔"

مذکورہ بالا دونوں آراء کو عصر حاضر کے تناظر میں دیکھا جائے تو پہلی رائے زیادہ مناسب اور قابل تطبیق ہے۔ کیونکہ موجودہ دور میں قاضی کی تقرری ایک منظم انداز سے ہوتی ہے جبکہ قاضی کی مدت قضاء کے لئے خاص وقت متعین ہے جس سے پہلے وہ خود بخود نہ تو سبکدوش ہونے کے لئے تیار ہوتا ہے اور نہ ہی تقوی کا وہ معیار رہا کہ ایک شخص بذات خود اپنی غلطی کا اعتراف کر کے کسی منصب سے دستبردار ہو جائے۔ اس لئے حاکم کے لئے ضروری ہے کہ ثبوت جرم کے بعد اس کی معزولی کا حکم باضابطہ طور پر صادر کیا جائے البتہ اگر قاضی خود ندامت کے باعث استعفی پیش کرے تو حاکم اسے قبول کریں۔

امام یا والی کا رشوت:

مسلمانوں کے والی یا سلطان کو اگر تحائف دیے جائیں۔ تو اس کا کیا حکم ہے؟ کیونکہ یہ بھی قاضی کی طرح براہ راست عوامی حقوق اور ان کے جان و مال کے تحفظ کے ساتھ وابستہ شخصیات ہوتیں ہیں جو اپنے مناصب کے غلط استعمال کے ذریعے حق تلفی اور ظلم کے مرتکب ہوسکتے ہیں۔ اس لئے اگر یہ حضرات رشوت لینے کے مرتکب ہو جائے تو لا محالہ اس کے اثرات براہ راست معاشرے پر پڑیں گے اور نتیجتا فساد پھیلے گا۔ چنانچہ قرطبی نے لکھا ہے:

"لم يختلف العلماء في كراهبة الهدية الي السلطان الاكبر، والي القضاة والعمال وجباة الاموال ويقصد باالكراهية الحرمة"[33]

"علماء کا اس میں اختلاف نہیں کہ سلطان اکبر قضاۃ عمال حکومت اور اموال کے نگرانوں کے لیے تحائف لینا مکروہ ہے یہاں مکروہ بمعنی حرام کے ہیں۔"

احادیث و روایات میں نبی کریم ﷺ کے تحائف کو قبول کرنے کا ذکر ملتا ہے اس کے بارے میں فقہاء نے وضاحت کی ہیں کہ:

جہاں تک حضور اکرم ﷺ کا تحائف قبول کرنے کا عمل ہے تو آپ صرف وہ تحائف قبول فرماتے تھے جو خوشنودی اور بغیر کسی دنیاوی غرض کے ہوتے تھے پھر آپ جواب میں بھی دوچند تحفے عطاء فرماتے تھے۔[34]

چنانچہ آپؐ کو جو تحائف ملتے تھے آپ ﷺ اس کا دوچند واپس فرماتے تھے جو ہبہ بالعوض کے قبیل سے ہے اور اس میں کسی کے احسان مند ہونے کا شائبہ نہیں رہتا۔ مزید برآں آپؐ کو تحائف اس غرض سے نہیں دیئے جاتے تھے کہ آپؐ کسی کی ناجائز حاجت روائی فرمائیں گے کیونکہ آپؐ معصوم تھے اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے قول سے اس کی وضاحت ہوتی ہے کہ:

حضور ﷺ کا تحفہ لینا تحفہ ہی ہوتا تھا۔ اور ہمارے لیے یہ رشوت ہے کیونکہ آپ ﷺ کو بحیثیت نبی اور رسول کے تحفہ ملتا تھا۔ اور ہمیں محض والی سلطنت ہونے کے ناطے ملتا ہے۔[35]

اس کے برعکس عام سلاطین کے متعلق فقہاء نے تصریح کی ہے کہ

سلطان کا تحفہ لینا مال غنیمت میں سے کچھ چھپا کر لینے کی طرح ہے جو کہ باتفاق علماء حرام ہے لہٰذا تحائف لینا بھی حرام ہوں گے۔[36]

ان عبارات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اصل مسئلہ ولایت اور امامت ہے اگر صرف اس وجہ سے کوئی تحفہ دے کہ وہ والی ہے یا صاحب قوت ہے تو ناجائز ہے لیکن اگر اس وجہ سے نہ ہو تو پھر کوئی قباحت نظر نہیں آرہی لیکن اصح قول یہی ہے کہ والی اور حاکم کے لئے تحفہ قبول کرنا جائز نہیں کیونکہ عوامی نمائندہ ہونے کی حیثیت سے اور صاحب اقتدار ہونے کے ناطے وہ جانبداری یا کسی کو بے جا فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

مفتی کے لیے تحفہ / رشوت:

ایک شخص اگر افتاء کے منصب پر فائز ہے اس کو کوئی تحفہ دے تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ اس بابت حکم یہ ہے کہ عام حالات میں مفتی کے تحائف قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں البتہ اگر تحفہ دینے کا مقصد کسی مسئلے میں من مانی پر مبنی فتویٰ کا حصول ہو تو حرام ہے چنانچہ کشاف القناع میں ہے۔ کہ

"يحرم علي المفتي قبول رشوة من احد ليفتيه بما يريد وله قبول هدية"[37]

"مفتی کے لیے حرام ہے کہ وہ کسی سے اس بات پر رشوت لے کہ اس کو اس کی مرضی کے مطابق فتویٰ دیا جائے البتہ اس کے لیے عام حالات میں تحفہ قبول کرنا جائز ہے۔'

چونکہ افتاء کا منصب بھی قضاء کی طرح ایک حساس منصب ہے یہاں بھی شرعی احکام کے ساتھ براہ راست پالا پڑتا ہے اس لیے احتیاط لازمی ہے۔ اسی طرح اگر مفتی کسی عدالت میں بطور شرعی مشیر کے کام کرتا ہو تو اس کی صراحت میں ابن عابدین لکھتے ہے کہ:

ایک شخص کسی مقدمہ میں فریق مخالف کے خلاف اگر قاضی کے ہاں مفتی کی مدد کے خواہاں ہے اور اس کے لیے تحائف دیں تو یہ بالکل ناجائز ہے۔[38]

ان مذکورہ بالا صورتوں سے مشابہ تمام صورتوں میں مفتی کے لئے تحائف لینا جائز نہیں۔

رشوت کب جائز ہے؟:

نصوص اور فقہائے کرام کی عبارات اور اقوال سے اور اجماع امت سے یہی ثابت ہے کہ رشوت حرام ہے اور کسی کا بھی اس کی حرمت میں اختلاف نہیں لیکن کیا بعض خاص حالات میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ رشوت کا دینا ان خاص مواقع پر جائز ہے اس حوالے سے جمہور کا مسلک ہے کہ:

"انه يجوز للانسان عند الجمهور ان يدفع رشوة للحصول علي حق، ولد فع ظلم وضرر، ويكون الاثم علي المرتشي دون الراشي"[39]

"جمہور کے ہاں ایک شخص کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے کسی حق کے حصول کے لیے رشوت کا سہارا لے یا اپنے آپ سے ظلم اور ضرر ہٹانے کے لیے رشوت دیں البتہ گناہگار رشوت لینے والا ہو گا نہ کہ رشوت دینے والا۔"

اسکی دلیل سیدنا ابن مسعودؓ کا واقعہ ہے کہ جس وقت آپ نے حبشہ میں اپنی جان چھڑانے کے لیے دو دینار دیئے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔

"ان الاثم علي القابض دون الدافع "[40]

"لینے والا گناہگار ہے دینے والا نہیں۔"

ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ:

"لاباس ان يدفع الرجل عن نفسه وماله باالرشوة"[41]

"اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک شخص اپنی جان یا مال کے تحفظ کے لیے رشوت دے دیں۔"

اور اسی طرح عطاء اور حسن سے بھی منقول ہے کہ:

"لا باس ان يصانع الرجل عن نفسه اذا خاف الظلم "[42]

"کہ کوئی حرج نہیں اگر ایک شخص اپنی جان و مال کی خاطر رشوت دے دیں جب اسکو ظلم کا اندیشہ لاحق ہو۔"

ان تمام عبارات سے یہی بات نچڑتی ہے کہ اگر ایک شخص کی جان یا اس کے مال کو کوئی اندیشہ لاحق ہو تو اس صورت میں وہ رشوت کا سہارا لیکر اپنے آپ کو یا مال کو بچانے کی سعی کر سکتا ہے البتہ نقصان جب زیادہ ہونے کا اندیشہ ہو اگر معمولی نقصان کا اندیشہ ہے تو پھر اس جرم عظیم کے ارتکاب سے بچنا چاہیے۔

"فان كان الحق يسيراً نحو تمرة حرمت الا ستعانة علي تحصيله بغير حجة شرعية لان الحكم بغير ما امر الله به امر عظيم لا يباح با اليسير "[43]

"اگر حق معمولی ہے جس طرح کھجور وغیرہ تو اس صورت میں رشوت کے ذریعے مدد کا حصول ناجائز ہے کیونکہ یہ شرعی حجت نہیں ہے۔ اور جس کام سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے وہ معمولی چیز کی وجہ سے مباح نہیں ہو سکتا۔"

حواشی و مراجع:

[1] محمد ابن عابدین, رد المحتار علی الدر المختار 5 : 362 مکتبہ جدیدۃ کوئٹہ پاکستان

[2] اشرف ندا, الاصول القضائیۃ في المرافعات الشرعیۃ,,330, دار الفکر الجامعي, 1990م

[3] الشیخ نظام , الفتاوی الھندیۃ,3: 226 دار الکتب العلمیۃ

[4] المقدسي, عبد اللہ بن احمد بن قدامۃ, المغني,11: 438 دار الفکر - بیروت

[5] البخاري, أبو عبد اللہ, محمد بن إسماعیل, الجامع الصحیح المختصر,2: 918 دار ابن کثیر، الیمامۃ بیروت 1987

[6] بھنسي, أحمد فتحي, المسؤیۃ الجنائیۃ في الفقہ الإسلامي,79 دار الشروق, 1988م

[7] محمد ابن عابدین, رد المحتار علی الدر المختار,3: 475

[8] البھوتي, منصور بن یونس ادریس, کشاف القناع عن متن الإقناع,3: 475 دار الفکر بیروت لبنان 1982م

[9] ایضا,3: 475

[10] الجصاص, أبو بکر, أحمد بن علي الرازي, أحکام القرآن,2: 433 دار إحیاء التراث العربي - بیروت، 1405ھ

[11] البھوتي, منصور بن یونس ادریس, کشاف القناع عن متن الإقناع,6: 317

[12] ابي اسحاق, ابراھیم بن حسن, معین الحکام علي القضایا والاحکام,17 دار الغرب الاسلام 1989م

[13] الدسوقي, شمس الدین, محمد عرفہ, حاشیۃ الدسوقي علی الشرح الکبیر,4: 165 دار احیا الکتب العربیہ

[14] : الشیرازی، ابو اسحاق، ابراھیم بن علی، المھذب،3: 381 دار الکتب العلمیۃ

[15] السرخسي, شمس الدین أبو بکر محمد بن أبي سھل, کتاب المبسوط,16: 82

[16] السرخسي, شمس الدین أبو بکر محمد بن أبي سھل, کتاب المبسوط,16: 82 دار المعرفہ، بیروت، لبنان 1978م

[17] محمد ابن عابدین, رد المحتار علی الدر المختار,4: 311

[18] المقدسي, عبد اللہ بن أحمد بن قدامۃ, المغني والشرح الکبیر,11: 437

[19] : الشیرازی، ابو اسحاق، ابراھیم بن علی، المھذب،3: 381

[20] محمد ابن عابدین, رد المحتار علی الدر المختار,4: 311

[21] الرملي, شمس الدین, محمد بن ابي العباس م 1004ھ نھایۃ المحتاج إلی شرح المنھاج 8: 95 المکتبۃ الاسلامیۃ ریاض

[22] کمال الدین محمد بن عبد الواحد، فتح القدیر,5: 455 دار احیا التراث العربي بیروت لبنان

[23] محمد ابن عابدین, رد المحتار علی الدر المختار,4 : 304

[24] ایضا4 : 304

[25] کاسانی علاء الدین ابو بکر بن المسعود, بدائع الصنائع,7: 18, سعید کمبني ادب منزل کراتشي باکستان1400ھ

[26] محمد ابن عابدین, رد المحتار علی الدر المختار 5: 363

[27] کاسانی علاء الدین ابو بکر بن المسعود, بدائع الصنائع,7: 8

[28] کمال الدین محمد بن عبد الواحد فتح القدیر,5: 455

[29] الرُّهوني, أبي عبد الله مُحَمَّد بن أحمد م1230 ھ-حاشية الرهوني،7: 287 دار الفكر بيروت 1978 م

[30] محمد ابن عابدین, رد المحتار,5: 363

[31] کمال الدین محمد بن عبد الواحد فتح القدیر5: 455

[32] الشربيني, شمس الدین محمد بن أحمد مغني المحتاج,4, 381 دار الفکر بیروت

[33] القرطبي, شمس الدین, أبو عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بکر بن فرح م671ھ-الجامع لأحکام القرآن,2: 340 دار الکتب المصرية-القاهرة1964م

[34] ابي اسحاق, ابراهيم بن حسن, معين الحكام علي القضايا والاحكام,17.

[35] ایضا7: 213

[36] الرُّهوني, أبي عبد الله مُحَمَّد بن أحمد م1230 ھ-حاشية الرهوني,7: 311

[37] البهوتي, منصور بن یونس ادریس, کشاف القناع عن متن الإقناع,6: 301

[38] محمد ابن عابدین, رد المحتار علی الدر المختار,8: 387

[39] البهوتي, منصور بن یونس ادریس, کشاف القناع عن متن الإقناع 6: 316

[40] القرطبي, شمس الدین, أبو عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بکر بن فرح م671ھ-الجامع لأحکام القرآن6: 184

[41] ایضا6: 183

[42] البهوتي، کشاف القناع عن متن الاقناع،6: 316

[43] الرُّهوني, أبي عبد الله مُحَمَّد بن أحمد م1230 ھ-حاشية الرهوني,7: 313